⊙ ڈاکٹر وسیم عباس

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، وہاڑی

# فطرت نگاری میں مجید امجد کی انفرادیت

**Abstract**:

This article studies how Majeed Amjad delineates nature in his literary work. Majeed Amjad is one of the trend setting poets of the twentieth century. To deduce thought provoking subjects from natural landscapes is a striking dimension of Majeed Amjad. He utilizes the manifestations surrounding him as a means of expressing his thoughts. A dominant portion of his poetry consists of the depiction of natural scenery and how human life perceives the different fields of life from it.

**Keywords**:

Poetry, Nature, Expression, Perception, Environment, Modern Poem

انفرادیت دنیا کے ہر بڑے شاعر یا ادیب کی شناخت رہی ہے۔انفرادیت کا حوالہ کوئی بھی ہوسکتا ہے نظیر اکبر آبادی کے عوامی موضوعات، میر تقی میر کا سوزوگداز اور زبان کی سلاست، غالب کا انداز بیاں ،اقبال کی غزل کے موضوعات اوراختر شیرانی کی رومانویت اردو ادب میں ان شعراء کی انفرادیت کے حوالے ہیں۔انفرادیت سے یہ مراد نہیں کہ کوئی ایک چیز ہی شاعر کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔کلام کے فکری وفنی جائزے کی بات کی جائے تو ایک شاعر کے کلام کی بیسیوں جہات سامنے آتی ہیں لیکن یہاں انفرادیت سے مراد اس شاعر کا کوئی نمایاں ترین فکری یا فنی حوالہ ہے جو اسے دیگر شعرائے کرام سے ممتاز بھی کرتا ہے اور وہ اس طرز کا موجد بھی خود ہوتا ہے۔اس انفرادیت سے ایک ایسا اسلوب تشکیل پاتا ہے جو ادب میں اس شاعر یا ادیب کی پہچان بن جاتا ہے۔ٹی ایس ایلیٹ نے اپنے مضمون ”Tradition and Individual Talent“ میں اس امر پر گفتگو کی ہے کہ باوجود اس کے کہ ایک شاعر اپنی روایت سے جڑا ہوا ہو،اس کی ایک انفرادی شناخت بھی تشکیل پاتی ہے اور وہی اس کے کلام کا اصل جوہر ہے۔یعنی کسی شاعر کی انفرادیت روایت میں گم نہیں ہونی چاہیے بلکہ روایت کو ایک عمل انگیز (Catalyst) کی طرح تخلیقی عمل کا حصہ بننا چاہیے۔(۱)

بیسویں صدی میں جن شعرائے اردو کو رجحان ساز کہا جاسکتا ہے ان میں بلاشبہ ایک نام مجید امجد کا ہے۔نظم گوئی

کے حوالے سے ان کے کلام میں ندرت کا جو ہر نظر آتا ہے اور مجید امجد کی فکر اور اسالیب نے آنے والے دور کے شاعروں کو نہ صرف متاثر کیا ہے بلکہ خود بھی نظم کے مختلف رجحانات کے حوالے سے ایک سند کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ مجید امجد کے کلام کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو ان کی انفرادیت کے کئی حوالے نظر آتے ہیں۔ اگر چہ موضوعات کا پھیلاؤ، منظر نگاری، جذبات نگاری، اصناف شعری کا تنوع، ترکیب سازی، بحروں کا انتخاب اور بحور کے استعمال میں نت نئے تجربات انہیں دیگر اردو نظم نگاروں میں ممتاز کرتے ہیں لیکن جو رجحان ان کی انفرادیت کا ایک بڑا حوالہ ہے وہ ان کی فطرت نگاری کی انفرادیت ہے۔ اردو شاعری میں فطرت نگاری کی روایت نئی نہیں ہے۔ قلی قطب شاہ اور پھر نظیر اکبر آبادی سے ہوتے ہوئے اقبال اور اختر شیرانی کے ہاں مناظر فطرت کی منظر کشی کی عمدہ مثالیں مل جاتی ہیں۔ لیکن ان شعرائے کرام نے مظاہر فطرت کی یا تو صرف منظر کشی کی ہے یا ان مناظر سے شاعر کی طبع پر جو کیف طاری ہوتا ہے اس کا کہیں کہیں ذکر ملتا ہے۔ زیادہ تر مظاہر فطرت کی منظر کشی کا مقصد حسِ جمالیات کی تسکین تک محدود رہتا ہے۔ البتہ علامہ اقبال کے ہاں کہیں کہیں اس رجحان کی مثالیں مل جاتی ہیں جن میں شاعر مظاہر فطرت سے باقاعدہ ایک موضوع اخذ کرتا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کے خیال میں مظاہر فطرت کی طرف اقبال کے فطری رجحان کے سبب ان کے کلام میں فطرت کے تینوں بڑے عناصر یعنی گہرائی وسعت اور حسن کا احساس ہوتا ہے (۲) جو بعد میں ہمیں مجید امجد کے ہاں ایک منفرد انداز میں تسلسل کے ساتھ دیکھنے کو ملتا ہے اور یہی مجید امجد کے کلام کی انفرادیت کا ایک بڑا حوالہ ہے۔ بقول ڈاکٹر وزیر آغا:

> ''ان کے علاوہ بعض دوسرے جدید نظم نگاروں کے ہاں بھی یہ بات صاف دکھائی دیتی ہے۔ بے شک مجید امجد کے ہاں اس نے ایک ایسے مستقل رجحان کی صورت اختیار کی جو کسی اور جدید شاعر کے ہاں نظر نہیں آتا''۔ (۳)

کلام اقبال سے اس رجحان کی نظموں میں ''ایک پرندہ اور جگنو'' (بانگ درا) ''چاند اور تارے (بانگِ درا) ''پروانہ اور جگنو'' (بال جبرئیل) اور ''پرواز'' (بال جبرئیل) پیش کی جا سکتی ہیں۔ نظم ''پرواز'' انتہائی مختصر نظم ہے جس میں ایک درخت مرغ صحرا سے کہتا ہے کہ قدرت اگر مجھے بھی بال و پر عطا کرتی تو یہ دنیا اور بھی حسین و جمیل ہو جاتی اس کے جواب میں جو کچھ مرغ صحرا نے کہا وہ تخیل کی بلندی کی عمدہ مثال ہے:

دیا جواب اسے خوب مرغِ صحرا نے
غضب ہے داد کو سمجھا ہوا ہے تو بے داد
جہاں میں لذت پرواز حق نہیں اس کا
وجود جس کا نہیں جذب خاک سے آزاد (۴)

مجید امجد نے جس دور میں شعر گوئی کا آغاز کیا وہ بلاشبہ پاک و ہند کی شاعری میں اقبال کا دور کہلا سکتا ہے۔ وہ شعراء کے اس قبیلے سے تھے جن کی شعری تربیت کے عہد میں اقبال کی شاعری کو قبول خاص و عام کی سند حاصل تھی۔ مجید امجد کی فطرت نگاری پر اقبال کے اثرات بھی محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مجید امجد کے فکر و فن میں ایک ایسی انفرادیت کی روشنی پیدا ہوتی چلی گئی جو دریوزہ گر آتش بیگانہ نہیں تھی۔ مجید امجد کے ہاں مظاہر فطرت سے گہرے

فکر انگیز موضوعات کا اخذ، حیات انسانی کے مختلف جذبات و احساسات، انسان کا مقصد حیات، فلسفہ جبر و قدر، حتیٰ کہ فلسفہ حیات و ممات تک کی تفہیم مجید امجد کے ہاں مظاہر فطرت کے حوالے سے ملتی ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں:

"مجید امجد کا کمال ہنر یہ ہے کہ ان عام موضوعات سے ایسے معانی اخذ کرتے ہیں جو آفاقی اور لازوال اقدار اور افکار کی ترجمانی کرتے ہیں"۔(۵)

مجید امجد نے مظاہر فطرت کی منظر کشی میں ایک نہایت عمدہ تکنیک استعمال کی ہے۔جس طرح مختلف علوم میں قاری یا سامع کو بات سمجھانے کے لیے ایک خیال پیش کیا جاتا ہے اور پھر اسی بارے میں امثال پیش کی جاتی ہیں مجید امجد نے اس کے برعکس ترتیب کو اپنایا ہے۔وہ پہلے ایک تمثیل پیش کرتے ہیں اور عمدہ جزیات نگاری کے بعد نظم کے آخری حصے میں وہ خیال سامنے لاتے ہیں جس کے ابلاغ کے لیے وہ منظر پیش کیا گیا۔

مناظر فطرت سے متعلق مجید امجد کی کوئی بھی نظم جب شروع ہوتی ہے تو ایک معمول کے منظر کی سی کیفیت محسوس ہوتی ہے لیکن جوں جوں نظم آگے بڑھتی ہے مجید امجد ایک ماہر اور چابکدست صناع کے روپ میں سامنے آتے ہیں اور آخری چند مصرعوں میں وہ اسی منظر سے ایک بلند خیال اخذ کرتے ہیں اور قاری کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔اس حوالے سے مجید امجد کی نظم "ایک کوہستانی سفر کے دوران میں" مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے جس میں پہاڑی علاقے کا ایک منظر دکھایا گیا ہے۔ایک تنگ پگڈنڈی ہے جس کے دونوں اطراف گہری کھائیاں ہیں اور ڈھلوان کے قریب ایک موڑ ہے جہاں ایک درخت کی بوسیدہ خمیدہ شاخ جھکی ہوئی ہے جس کا سہارا لے کر لوگ اس خطرناک موڑ سے گزر جاتے ہیں۔یہ نظم صرف گیارہ مصرعوں پر مشتمل معریٰ نظم ہے اور آخری دو مصرعوں کو اگر حذف کر دیا جائے تو نظم سوائے ایک قدرتی منظر کی عکاسی یا منظر نگاری کے کچھ بھی نہیں لیکن آخری دو مصرعے اس نظم کو بلاشبہ ایک مکمل اور جامع نظم میں بدل دیتے ہیں:

آہ! ان گردن فرازان جہاں کی زندگی
اک جھکی ٹہنی کا منصب بھی جنہیں حاصل نہیں (۶)

اسی طرح نظم "طلوع فرض" میں بھی ایک خاموش پنچھی، گلستان میں ایک بھنورا اور سڑتے ہوئے جوہڑ کے اندر ایک کیڑا حیات انسانی کے اس جبر کی طرف اشارہ ہیں جہاں انسان کو طوعاً و کرہاً بہرصورت زیست کرنی ہے:

گلستاں میں کسی بھنورے نے چوسا
گلوں کا رس شرابوں سا نشیلا
کہیں پر گھونٹ اک کڑوا کسیلا
کسی سڑتے ہوئے جوہڑ کے اندر
پڑا اک رینگتے کیڑے کو پینا
مگر مقصد وہی دو سانس جینا(۷)

نظم "کنواں" اس حوالے سے اہم ہے کہ کنویں کی تصویر کشی کرتے کرتے مجید امجد کنویں کو نظام کائنات کی ایک علامت بنا دیتے ہیں:

یہ چکر یونہی جاوداں چل رہا ہے
کنواں چل رہا ہے(۸)

مجید امجد کے ہاں تراکیب، علامات اور استعارات کی ایک بڑی تعداد بھی فطرت کے مظاہر کی مرہون منت ہے مثال کے طور پر نظم ''بن کی چڑیا'' میں تنہائی کے کرب کو بیان کیا گیا ہے۔ شاعر اپنی تنہائی کے کرب کا اظہار چڑیا کی تمثیل کے ذریعے کرتا ہے اور پھر ''سب کے سب بہرے ہیں ___ میداں، وادی، دریا، ٹیلے'' کے مصرعے میں اس نفسانفسی کا ماتم کیا ہے جو اس دور میں فرد کو فرد سے بیگانہ کیے ہوئے ہے۔ اسی طرح نظم ''کنواں''، ''طلوع فرض''، توسیع شہر''، ''سوکھا تنہا پتا''، ''کوہستانی جانوروں ۔۔''، ''کالے بادل'' وغیرہ میں جو علامات و استعارات استعمال ہوئے ہیں وہ براہ راست قدرتی مناظر سے لیے گئے ہیں۔ اور ان تراکیب، تشبیہات، استعارات اور علامتوں سے مناظر فطرت میں نہ صرف نئے معانی پیدا ہو جاتے ہیں بلکہ ان مناظر میں جمالیاتی حوالے سے بھی ندرت نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر امین کے بقول:

> ''شاعر فطرت سے حسن مستعار لے کر اپنے لفظوں کے ذریعے سے حسن فطرت میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کے تخلیقی حسن کے کئی زاویے ہیں۔ خوبصورت تشبیہوں اور استعاروں سے مسجع تصویر کشی اور منظر کشی بھی ایک پہلو ہے۔''(۹)

گویا شاعر مناظر فطرت کی عکاسی کرتے کرتے ان میں پوشیدہ معانی کا ایک جہان دریافت کرتا ہے اور ان مماثلتوں کا ذکر کرتا ہے جو ان مظاہر اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں پائی جاتی ہیں۔ اس طرح یہ مناظر فطرت ''سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا'' کی تفسیر بن جاتے ہیں۔ مظاہر فطرت کی ایسی منظر کشی جو بظاہر ایک عام سے منظر سے ایک خاص نکتہ کشید کرتی ہوئی نظر آئے مجید امجد کی شاعری کا خاص وصف اور شاعر کی انفرادیت کا بڑا حوالہ ہے۔ بقول ناصر عباس نیّر:

> ''اردگرد کی زندگی کی معمولی اشیاء، نظر انداز کردہ چیزوں، کرداروں کو نظم کے قلب میں جگہ دینا مجید امجد کو مرغوب تھا تاہم اس ضمن میں وہ نظیر اور ورڈز ورتھ سے مختلف تھے''۔(۱۰)

اگرچہ مجید امجد سے پہلے بھی فطرت نگاری کو کسی خاص موضوع کی طرف منعطف کرنے کی مثالیں موجود ہیں جیسے کہ نظیر اکبر آبادی، اکبر الہ آبادی، مولانا حالی اور علامہ اقبال کے ہاں، لیکن یہ رجحان ان شعرائے اردو کی نظم گوئی کا بنیادی حوالہ نہیں ہے۔ جبکہ مجید امجد کے ہاں فطرت نگاری سے موضوعات کے اخذ و استفادہ کی مثالیں کثیر بھی ہیں اور متنوع بھی جنہیں ان کے انداز بیاں کی خوبصورتی نے ان کی انفرادیت کا بڑا حوالہ بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> ''مجید امجد کی نظموں کے مطالعے سے پہلا تاثر ہی یہ مرتب ہوتا ہے کہ شاعر کے باطن کی دنیا خارج کے مظاہر سے منسلک اور ہم آہنگ ہے''۔(۱۱)

مظاہر فطرت کے حوالے سے ''کلیات مجید امجد'' کا مجموعی جائزہ تو اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں ہے۔ فطرت کی تصویر کشی اور مناظر فطرت سے انسانی زندگی کے موضوعات کے اخذ کے باب میں چند نظموں کے عنوانات مع حوالہ(۱۲) درج کیے جاتے ہیں ان نظموں میں براہ راست موضوع فطرت اور اس کے متعلقات ہیں:

| | | | |
|---|---|---|---|
| پژمردہ پتیاں | ص۵۴ | صبح کے اجالے میں | ص۳۶۹ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| سیر سرما | ص۵۸ | بھادوں | ص۳۷۵ |
| سوکھا تنہا پتا | ص۶۱ | صاحب کا فروٹ فارم | ص۴۰۷ |
| دور کے پیڑ | ص۸۳ | ایک شام | ص۴۰۶ |
| بن کی چڑیا | ص۹۳ | پہاڑوں کے بیٹے | ص۴۰۷ |
| بارش کے بعد | ص۹۴ | یہ سرسبز پیڑوں کے سائے | ص۴۳۵ |
| ایک کوہستانی سفر کے دوران میں | ص۱۰۲ | افریشیا | ص۴۴۷ |
| کانٹے کلیاں | ص۱۲۴ | اس دن اس برفیلی تیز ہوا | ص۴۶۵ |
| ہری بھری فصلو | ص۱۴۸ | کوہ بلند | ص۴۷۰ |
| ریوڑ | ص۱۶۰ | نیلے تالاب | ص۴۷۴ |
| موج تبسم | ص۱۷۷ | پھولوں کی پلٹن | ص۴۹۶ |
| آہ یہ خوشگوار نظارے | ص۱۸۲ | اے ری چڑیا | ص۵۱۰ |
| گاؤں | ص۱۸۸ | بہار کی چڑیا | ص۵۱۱ |
| ابر صبوح | ص۲۱۳ | گھور گھٹاؤں | ص۵۳۲ |
| یہیں پہ رہنے دے صیاد آشیانہ مرا | ص۲۲۳ | کوہستانی جانوروں | ص۵۵۲ |
| بیساکھ | ص۲۲۶ | مینا | ص۵۴۵ |
| گھٹا سے | ص۲۳۵ | فصل گل | ص۵۶۰ |
| ایک شام | ص۲۷۶ | گدلے پانی | ص۵۷۱ |
| دھوپ چھاؤں | ص۲۷۹ | دروازے کے پھول | ص۵۸۳ |
| نغمہ کواکب | ص۲۹۴ | سب کچھ ریت | ص۶۲۹ |
| نرگس | ص۳۰۰ | چیونٹیوں کے ان قافلوں | ص۶۳۰ |
| شاخ چنار | ص۳۱۸ | لمبی دھوپ کے | ص۶۳۵ |
| کوئٹے تک | ص۳۲۱ | باڑیوں میں مینہہ | ص۶۵۶ |
| زینیا | ص۳۴۸ | اوران خارزاروں میں | ص۶۶۰ |
| سنگت | ص۳۶۲ | آنے والے ساحلوں پر | ص۶۸۰ |
| ہیولیٰ | ص۳۶۴ | کالے بادل | ص۶۸۵ |
| بہار | ص۳۶۸ | اے ری صبح | ص۷۱۰ |

مجید امجد کی نظموں میں اکثر جس ماحول کی منظر کشی کی گئی ہے وہ پنجاب کے روایتی دیہات کی ایک تصویر ہے۔کھیت ،کھلیان،کنویں،رہٹ،نہریں،برساتیں،درخت سب چیزیں اسی ماحول کا عکس ہیں جس میں خود مجید امجد کے بچپن اور جوانی کی یادیں ہیں۔کسی صاحب کمال شاعر کی طبع اورفن شاعری کے مقتضیات کے درمیان جو تعلق ہے مرزا سلطان احمد

اسے یوں بیان کرتے ہیں:

''بے شک ایک صاحب فن ایک خاص فن کے مقتضیات سے واقفیت،مہارت اور مذاق رکھتا ہے۔لیکن پھر بھی اس کی اپنی طبیعت کے مقتضیات جدا ہوتے ہیں جس طرح ایک فن کے مقتضیات صاحب فن کی طبیعت پر موثر ہوتے ہیں۔اسی طرح صاحب فن کے طبعی یا مذاقی مقتضیات بھی مقتضیات فن پر موثر اور حاوی ہوکر اپنا رنگ دکھاتے ہیں'' ۔(۱۳)

مجید امجد نے مظاہر فطرت کے حوالے سے ہر شے کی حقیقت کو دیکھنے کی جو کامیاب سعی کی ہے اس سے ان کے کلام کی انفرادیت کا تعین بھی ہوتا ہے اور ان کی ہنرمندی کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ان کا کلام آنے والے ادوار کے شعراء کے لیے علامہ اقبال کی نظم ''فنون لطیفہ'' کے اس شعر کی عملی تفسیر بن جاتا ہے۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ ہنر کیا (۱۴)

## حوالہ جات


۱۔ جمیل جالبی،ارسطو سے ایلیٹ تک،(اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۲۰۱۲ء)،ص۴۹۰

۲۔ وزیر آغا،نظم جدید کی کروٹیں،(لاہور:سنگت پبلشرز،۲۰۰۷ء)،ص۲۵

۳۔ ایضاً،ص۱۰۲

۴۔ علامہ محمد اقبال،کلیات اقبال،(لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۹)،ص۲۴۷

۵۔ محمد امین،تفہیم مجید امجد،(لاہور:بیکن بکس،۲۰۱۴ء)،ص۵۱

۶۔ مجید امجد،کلیات مجید امجد،مرتب:خواجہ محمد زکریا،(لاہور:الحمد پبلی کیشنز،۲۰۱۰ء)،ص۱۰۲

۷۔ ایضاً،ص۷۶ ۸۔ ایضاً،ص۶۰

۹۔ محمد امین،تفہیم مجید امجد،ص۴۷

۱۰۔ ناصر عباس نیر،مجید امجد کی نظم نگاری وشعریات کے اہم پہلو،مشمولہ پیلوں،(ملتان:پیلوں پبلی کیشنز،شمارہ نمبر۷)،ص۳۳

۱۱۔ ڈاکٹر وزیر آغا،نظم جدید کی کروٹیں،ص۹۵

۱۲۔ مجید امجد،کلیات مجید امجد،۲۰۱۰ء(۵۴ نظموں کے عنوانات کا حوالہ دیا گیا ہے اور صفحہ نمبر بھی درج کردیے گئے ہیں)

۱۳۔ مرزا سلطان احمد،فن شاعری،(لاہور:کپور آرٹ پریس،س ن)،ص۱۰۶

۱۴۔ کلیات اقبال،ص۲۹۴